نفسیاتی تنقید

نفسیات کا تعلّق انسان کے ذہنی ومزاجی اور کرداری رویوں سے ہے۔نفسیات جہاں انسان کے انفرادی افعال واعمال کا تجزیہ کرتی ہے وہاں یہ انسانی معاشروں کی اجتماعی نفسیات کو بھی نشان زد کرتی ہے۔

انسان میں نفسیاتی حوالے سے کچھ باتیں مشترک ہوتی ہیں اور کچھ مختلف۔

جب سے انسان موجود ہے اسی وقت سے نفسیات بھی موجود ہے۔یونان میں افلاطون نے شاعری کو دیوانگی کا عمل قرار دیا تھا۔جس کا مقصد یہ تھا کہ شاعر کی ذہنی حالت عام انسان سے مختلف ہوتی ہے۔کبھی یہ انتہائی بلندی پر پیغمبرانہ خصوصیات رکھتی ہے تو کبھی دیوانگی کی سطح پر جنونی حالت رکھتی ہے اسی لیے افلاطون کے خیال میں شاعر کو ان پیمانوں سے نہیں ناپا جاسکتا جس سے عام انسان کی ذہنی کیفیات اور حالت کو ناپا جاسکتا ہے۔افلاطون نے انسانی جبلّت کی بات کرتے ہوئے شاعری کو دوسرے درجے کی نقل قرار دیا۔جبکہ ارسطو نے کیتھارسس کا نظریہ دے کر پہلی بار انسانی نفسیات کے تجزیہ کے لیے فاسد اور فالتو جذبات کے انخلا کی بات کی۔

نفسیاتی تنقید انسانی نفسیات، انسانی شعور، تحت الشعور اور لاشعور کے گہرے مطالعے پر مبنی ہوتی ہے۔

سگمنڈ فرائڈ ۱۸۵۶ء ویانہ (آسٹریا) کے ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوا۔اس کو عصبیات (Neurology) کے مطالعے کا شوق تھا۔اس نے میڈیکل سائنس میں تعلیم حاصل کی۔اس کا مزاج

Scanned by CamScanner

سنجیدہ اور تحقیقی تھا۔ فرائڈ کو گھر میں توجہ اور محبّت ملی۔ جس نے اسے اعتماد بخشا۔ وہ ہر وقت مطالعے اور نئی نئی تحقیقات میں مصروف رہتا۔

فرائڈ جامع حیثیات تھا۔ عصبیات، نفسیات کے علاوہ علم الحیات، علم الانسان، تہذیب قدیم، ادبیاتِ عالم، اور جمالیات سے بھی دلچسپی تھی۔ اپنی زبان کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، لاطینی اور یونانی زبانوں پر قدرت رکھتا تھا۔ سیاحت اور عالمی ادب وفن سے رغبت تھی۔ (۱)

فرائڈ نے علمی سطح پر نفسیات کو روشناس کرایا۔ انسان کی نفسیات اور اس سے وابستہ انسانی رویے، مزاج، شخصی اور ذہنی ونفسیاتی اُلجھنیں اور ان کے محرکات ان سب باتوں کو فرائڈ نے انسان کے مطالعہ اور معالجہ کے لیے اہمیت دی۔ اس نے ادب کے مطالعہ کے لیے نفسیاتی کے حوالے سے کوئی قابلِ قدر کام نہیں کیا کیونکہ اس کے پیش نظر ادب نہیں بلکہ انسانی رجحانات اور محرکات تھے جن کی وجہ سے وہ کبھی کبھی عام انسانوں سے الگ رویے اور مزاج رکھتے ہیں۔ انھیں رجحانات کو فرائڈ نے اپنے مطالعہ کے لیے بنیادی اہمیت دی۔

فرائیڈ کی تصنیفات کو روس میں سراہا گیا اور امریکہ میں بھی پذیرائی ملی۔ وہ مذہب کا قائل نہ تھا۔ وہ کئی نفسیاتی مسائل کا شکار رہا۔ دوستی اور رشتوں میں بھی وہ سمجھتا تھا کہ لالچ اور مفاد کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں اس نے وفات پائی۔

شعور کے حوالے سے اصطلاح ۱۶۳۰ء اور ۱۶۷۸ء میں انگریزی میں سامنے آئی، اسی دور میں جرمنی میں بھی، جبکہ فرانس میں یہ تاخیر سے سامنے آئی۔ (۲)

نفسیات کو یورپ میں انیسویں صدی میں اہمیت ملی۔

ای بلاٹنز، گوئٹے، شلیے اور شیلنگ نے بھی اسی قسم کی اصطلاحات استعمال کیں۔ کولرج اور ورڈزورتھ نے بھی نفسیات کے حوالے سے کام کیا۔

فرائڈ کے پیش نظر زیادہ تر تشخّص کا مسئلہ تھا۔۔۔ چنانچہ اس نے آرٹ یا ادب کو بھی نفسیاتی عارضے کی ایک علامت قرار دیا۔ چونکہ اس کی دانست میں لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات یا یوں کہہ لیجئے کہ اندر کا حیوان ہی ذہنی عوارض کا باعث تھا اس لیے قدرتی طور پر ادب کا تجزیہ اس طور کیا جانے لگا جیسے وہ بھی کوئی بیماری ہو اور ادیب یا آرٹسٹ وہ انسان ہو جسے یہ بیماری لاحق ہوگئی ہو۔ (۳)

فرائیڈ کا کمال یہ ہے کہ اس نے نفسیات کو ایک باقاعدہ علم اور سائنس کی صورت میں روشناس

کرایا۔اس سے پہلے یہ کسی باقاعدے علم کا درجہ نہیں رکھتا تھا۔فرائیڈ نے ہپناٹزم،عمل تنویم،عمل توجہ،تحلیلِ نفسی،خوابوں کی تشکیل واہمیت، نا آسودہ خواہشات، شعور، تحت الشعور، لاشعور، انسانی جبلّت، جنسی جبلّت، انسانی رویوں، دہشت اور خوف کے جذبات، وغیرہ کا نفسیاتی حوالوں سے تجزیہ و مطالعہ کیا اور نفسیاتی حوالے سے تحقیق کی۔ وہ نفسیات اور تحلیلِ نفسی کو سائنس سمجھتا تھا۔ادب کے حوالے سے اس نے تخلیق اور تخلیق کاروں کے باطن میں جھانکنے کی کوشش کی۔

نفسیاتی تنقید زیادہ تر شخصیت کی بھول بھلیوں میں کوئی راستہ تلاش کرتی ہے۔ (۴)

نفسیاتی رجحان کے تحت ناقدین ادب نے مصنّف کے ذاتی حالات اور انفرادی نفسیات کو جانچنے پر زور دیا۔نفسیاتی نقاد جذبات اور حسیات کو فراموش نہیں کرسکتا۔ (۵)

نفسیاتی تنقید میں شاعر کی داخلی کیفیات اور نفسیاتی الجھاؤ کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔حقیقت کے داخلی تصور کو پرکھا جاتا ہے۔انسان کی دبی ہوئی خواہشات اور جنسی تھیوریوں کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ شعور اور لاشعور میں تقسیم انسانی شخصیت کو معاشرتی دباؤ، مختلف حوالوں اور تناظرات میں پرکھا جاتا ہے۔ بقول انیس ناگی:

"فرائیڈ کی تحلیلِ نفسی اور یونگ کے خیالات نے انسانی شخصیت کے نفسیاتی طرزِ عمل کو نئے طریقے سے پیش کیا ان کے نزدیک انسان بچپن کے تجربات تربیت خانگی ماحول، اور اس کی خواہشات اس کی زندگی کا اسلوب معین کرتی ہیں۔شاعری اور ادب بھی فنکار کی نفسیاتی افتادِ طبع کو پیش کرتے ہیں۔فنکار کے تحت الشعور اور لاشعور کی دنیا فنون میں اپنا اظہار پاتی ہے۔فن کے مطالعے سے فنکار کی شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔" (۱)

تحلیلِ نفسی میں خوابوں کی تحلیل اور نفسیاتی مریضوں کے معالجے کے سلسلے میں تصاویر کی مدد سے جو نتائج اخذ کیے گئے وہ بھی براہ راست فنی تخلیق پر اثر انداز ہوتے ہیں۔۔۔دوسرا یہ کہ ایک خاص تخلیقی فن میں یا مجموعی طور پر تخلیقی فنون جن فنی ذرائع یا تکنیک کی جن چابک دستیوں کا مظاہرہ کیا جاتا ہے ان کا مطالعہ کیا جائے اور یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے کہ ان کی رو سے شعور اور لاشعور پر کون سے اثرات مرتب ہوتے ہیں جو فن کی تاثیر اور کامیابی کے لیے ضامن قرار دیے جاسکتے ہیں۔ (۷)

نفسیاتی مباحث میں تخلیق کار کی ذہنی حالت اور اس کے نارمل ہونے پر کئی سوالات اُٹھائے جاتے رہے۔یہ تصور کیا جاتا رہا کہ ہر تخلیق کار کے لیے ابنارمل ہونا ضروری ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تب

بھی اعصابی خلل میں مبتلا ہونا تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔اس حوالے سے کئی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔میرا جی جو کہ افیون ایسے نشوں کے عادی تھے۔کولرج، ڈی کوئنسی اعصابی خلل کے مریض تھے۔شیلے، بادلیر جونا مرد تھے۔رسکن، سوفٹ جو مجرم تھے، او۔ہنری نے قاتلانہ حملہ کیا۔نارمن میلر بول و براز سے جنسی دلچسپی رکھتے تھے۔ژان ژینے جنسی امراض مئیں مبتلا تھے۔موپساں جنسی کج روی کا شکار تھے۔دوستوفسکی کا جنسی کارکردگی سے کبھی دل نہ بھرا۔بائرن ہم جنس پرست تھے۔آسکر وائلڈ اگر اخلاقی لحاظ سے بالکل دیوالیہ نہ تھے۔ ویلن تو ذہنی امراض میں مبتلا رہے۔نذرالاسلام، ورجینیا وولف بھی ذہنی امراض میں مبتلا تھے۔(۸)

فرائڈ نے انسانی ذہن کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ایک کو وہ شعور اور دوسرے کو لاشعور کا نام دیتا ہے۔ان دونوں کے درمیان ایک عبوری طبقہ ہے جسے اس نے تحت الشعور کا نام دیا ہے۔(۹)

فرائڈ نے لاشعور پر جتنا زور دیا ہے اس سے انسانی شعور اور ارادہ کی عاجزی اور نارسائی کا پہلو نکلتا ہے۔فرائڈ کا خیال ہے کہ ہر ادبی کارنامہ کی تہہ میں جنسی الجھن اور عدم امتناع کے عناصر پائے جاتے ہیں۔(۱۰)

سی جی ژونگ (Carl Gustav Jung) (۱۸۷۵ء۔۱۹۶۱ء) ایک جرمن ماہر نفسیات تھا جس نے تجزیاتی نفسیات اور انفرادی نفسیات کے حوالے سے کام کیا۔اس کے کام نے نہ صرف نفسیات بلکہ فلسفہ، ادب، مذہبی مطالعات، بشریات کو بھی متاثر کیا۔(۱۱)

الفریڈ ایڈلر (۱۸۷۰ء۔۱۹۳۷ء) فنکار کو انسانیت کا رہنما قرار دیتا ہے۔فن کار کے حوالے سے وہ بھی انھیں خیالات کا مالک ہے جن کا فرائیڈ ہے۔

ایڈلر نے انفرادی نفسیات کی بنیاد رکھی۔(۱۲) اس نے احساسِ کمتری کے حوالے سے ان احساسات کا مطالعہ کیا۔

ژونگ انسان اور فنکار کے درمیان امتیاز رکھتا ہے۔اس کے نظریات فنکار کے حوالے سے ایڈلر اور فرائیڈ سے مختلف ہیں۔

ژونگ کے بقول: انسان کی حیثیت میں اس کے مزاج اور مقاصد ذاتی ہو سکتے ہیں مگر بحیثیت فنکار وہ عام انسان سے مضمون میں اعلیٰ ہے۔جو اجتماعی لاشعور کو ادب کی شکل میں خاص انداز میں ڈھالتا ہے۔

Scanned by CamScanner

''ژونگ اجتماعی لاشعور کو عام انسانوں کا مشترک ورثہ قرار دیتا ہے۔''(۱۳) یہ انسان کی جبلّت کی صورت میں اسے ملتا ہے۔ انسانوں میں بہت سی جبلتیں مشترک ہیں جو کہ دنیا میں کسی بھی کونے میں پائے جانے والے انسانوں میں مشترک ہوتی ہیں۔ اور اس میں انسانی ذہن اہم کردار ادا کرتا ہے۔

Paul Eugen Bleuler (۱۸۵۷ء۔۱۹۳۹ء) ایک جرمن ماہر نفسیات تھا۔ اس نے بیمار ذہن کے کے نفسیاتی تجزیے کے حوالے سے اپنی تھیوری پیش کی۔ اس نے ذہنی بیماری کو سمجھنے اور اسے انسانی افعال میں تلاش کرنے کے حوالے سے کام کیا۔

جہاں تک تحلیلِ نفسی کا تعلق ہے۔ تحلیلِ نفسی انسانی افعال و کردار اور انسانی ذہنی حالت اور ذہنی افعال کو جانچنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بقول کلیم الدین احمد:

> ''ماہرین تحلیل نفسیات کا کہنا ہے کہ فن ایک قسم کی صورت وہمیہ ہے۔ فرائیڈ کہتا ہے کہ واہمہ عام انسانی رضامندی سے حاصل ہوتی ہے اور صبر و سکون کے لیے ہر پیاسی روح کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔''(۱۴)

تحلیلِ نفسی کا ماہر انسان کے ان پہلوؤں کو مدنظر رکھتا ہے جو اسے دوسرے یا عام انسانوں کی نسبت کسی بھی صورتِ حال میں بیمار ثابت کرتے ہیں۔

ماہر تحلیلِ نفسی کا تعلق زیادہ تر عصباتی مریض سے ہے۔(۱۵) یعنی عصباتی اختلال پیدا کرنے والے مسائل کو تلاش کیا جائے۔

کلیم الدین احمد تحلیلِ نفسی کے ماہرین کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''تحلیلِ نفسی کو وہ واحد معتبر حیرت انگیز انکشاف تصور کرتے ہیں جو ہمارے لیے ہمارے سارے مسائل کو حل کر سکتی ہے اور جو کائنات کے سارے اسرار کی تشریح کر سکتی ہے۔ اس لیے بہت ہی فطری طور پر انسانی علم کے دوسرے شعبوں کو وہ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ مصیبت خیز ہوتا ہے۔''(۱۶)

تحلیلِ نفسی جہاں نفسیاتی حوالے سے مریضوں کے علاج کے لیے مناسب وہاں یہ نابغہ اور زیادہ اہلیت و قابلیت رکھنے والے انسانوں کی صلاحیتوں کو بھی مدنظر رکھتی ہے۔ نابغہ عام انسان کی نسبت مختلف ہوتا ہے اور غیر معمولی ذہن اور قابلیت کا مالک ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

کولرج کو اس کے نظریہ متخیّلہ کی بنا پر پہلا نفسیاتی نقاد قرار دیا جاتا ہے جس نے تخیّل اور واہمہ کی بات کی۔ ادبی تنقید میں لفظ نفسیات Psychology بھی اسی نے استعمال کیا۔ اس کے خیال میں تخیّل کا تعلّق لاشعور سے ہے۔ وہ مسمریزم کے نظریہ کے بانی مسمر Mesmer سے متاثر تھا۔

نفسیات اور ادب

ادب، مصنّف اور قاری کا آپس میں گہرا رشتہ ہے۔ ادیب چاہے کتنا بھی غیر جانبدار اور غیر متعصّب کو اس کی ذات، انداز اور مزاج کے اثرات کسی نہ کسی شکل میں فن پارے میں ضرور آجاتے ہیں۔ ایک ہی موضوع پر مختلف ادیب مختلف انداز میں اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں جس کی وجہ ان کی اپنی اپنی نفسیات اور ذہنی میلانات ہیں۔ ہر ادیب اپنے انداز میں سوچتا ہے اور دوسروں سے جدا جذبات رکھتا ہے اسی طرح وہ اپنے جذبات کی ترجمانی اور عکاسی میں بھی دوسروں سے الگ انداز اپناتا ہے۔ اسی بات کو نفساتی تنقید نشان زد کرتی ہے کہ کس طرح ادیب کی شخصیت اور اس کی ذہنی اُلجھنیں فن پارے کا حصہ بنتی ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر ادبی نفسیات کی درجہ بندی یوں کرتے ہیں:

الف: مختلف اصناف ادب کے نفسیاتی محرکات کا سراغ، وضاحت اور تخلیقی عمل یا مخصوص تخلیقات سے ان کے رابطہ کی تفہیم۔

ب: تخلیق کار کی شخصیت کی نفسی اساس کی دریافت اور پھر اس کی روشنی میں تخلیقی شخصیت کا مطالعہ۔

ج: نفسیاتی اصولوں کے سیاق وسباق میں مخصوص تخلیقی کاوشوں کی تشریح وتوضیح اور پھر ان کے ادبی مرتبہ کا تعین۔ (۱۷)

احساسِ کمتری، احساس برتری، خبط اور کسی بھی قسم کا ذہنی واعصابی خلل، وغیرہ شعراء کی زندگیوں میں مختلف مسائل کو جنم دیتے ہیں نفسیات میں جن کا مطالعہ نئے انکشافات کا باعث بنتا ہے

مصنّف تخلیق کے دوران قاری کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا خیال رکھ سکتا ہے کہ قاری ادب پارے سے کس طرح لطف اٹھا سکتا ہے۔ کیونکہ فن پارے کی تکمیل جہاں مصنّف کو ذہنی اور نفسیاتی تسکین فراہم کرتی ہے وہاں قاری کو بھی اس کے نفسیاتی اور ذہنی مسائل کی روشنی میں اس پر اپنے اثرات مرتب کرسکتی ہے۔

اگر ایک ناول لکھا گیا ہے تو نفسیاتی تنقید نہ صرف اس کے کرداروں کا تجزیہ کرسکتی ہے بلکہ اس کے مصنّف کی ذہنی اور نفسیاتی اُلجھنوں کو بھی زیرِ بحث لاسکتی ہے۔ مگر ایک اہم بات یہ ہے کہ نفسیاتی

Scanned by CamScanner

تنقید فن پارے کی اصلیت، ماہیئت اور ہیئت سے کچھ سروکار نہیں رکھتی نہ اس بارے میں کچھ انکشاف کرسکتی ہے۔ نہ وہ فن پارے کے بارے میں کوئی قدر متعیّن کرسکتی ہے اور نہ ہی اس کے معیار کے بارے میں کوئی فیصلہ سنا سکتی ہے۔

اردو میں نفسیاتی تنقید کے حوالے سے ایک اولین اور اہم نام مرزا رسوا کا ہے۔ جنھوں نے پانچ تنقیدی مراسلات لکھے جن سے ان کے نفسیاتی شعور کا پتہ چلتا ہے۔ بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

''مرزا رسوا پہلے ادیب ہیں جنھوں نے ادب کی پرکھ کے لیے نفسیاتی اصولوں سے کام لینے کی تلقین کرتے ہوئے خود بھی ان ہی اصولوں کے تحت اظہار خیال کیا۔''(۱۸)

نفسیات کی کتب کے ترجمہ سے انھیں بہت سے مسائل کو علم النفس کی روشنی میں دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ ان کتابوں کے مطالعہ نے انھیں نفسیاتی سوچ عطا کی۔ مرزا ہادی رسوا نے پانچ تنقیدی مراسلات رسالہ معیار لکھنؤ کے لیے لکھے تھے جو کہ بعد میں رسالہ ''زمانہ'' کانپور میں بھی شائع ہوئے۔(۱۹) مرزا رسوا کے تنقیدی مقالات کو مرتب کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حسن لکھتے ہیں:

''یہ تنقیدی مقالات آج بھی اردو تنقید میں ایک نئی آواز ہیں۔ یہ آواز، آوازِ بازگشت نہیں اس میں نئے دور کی بصیرت ہے۔''(۲۰)

میراجی جو نفسیاتی حوالے سے اہمیت حاصل ہے، میراجی نے تحلیلِ نفسی پر زور دیا نہ صرف زور دیا بلکہ عملی طور پر اپنی تنقید اور ادب میں اس کا استعمال بھی کیا۔ انھوں نے جو فٹ نوٹ لکھے ان میں نفسیاتی طریقہ اختیار کیا بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

''میراجی ان نفسی الجھنوں اور ان ذہنی کیفیات کو اپنی گرفت میں لانے کی کوشش کرتا ہے جو ہمارے لاشعور میں سو رہی ہیں ایسی نفسی الجھنیں اور کیفیات کو جن کی کوئی شکل اور کوئی نام نہ ہو لفظوں کے ذریعہ پیش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔'' (۲۱)

میراجی کی کتاب ''مشرق ومغرب کے نغمے'' گہری نفسیاتی بصیرت کی مثال پیش کرتی ہے۔ وہ فرائیڈ کی تحلیل نفسی اور ملارمے کی علامت پسندی سے متاثر تھے۔

اس دبستان سے تعلّق رکھنے والے تنقید نگاروں میں شیخ محمد اکرام، محمد حسن عسکری، ریاض احمد، آفتاب، ڈاکٹر سلیم اختر اور شبیہ الحسن کے نام شامل ہیں۔ ڈاکٹر عندلیب شادانی، ڈاکٹر یوسف حسین خان، حمید احمد خاں اور سید عابد علی عابد نے مغربی تنقید کا مطالعہ رکھنے کے باوجود اپنی تنقیدوں میں مشرقی

Scanned by CamScanner

افکار داصول کو اہمیت دی۔ جبکہ کلیم الدین احمد نے مغربی نظریہ تنقید کو مشرقیت اور مشرقی تنقیدی افکار پر فوقیت دی۔ عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

''نفسیاتی رجحان کی جھلک سب سے پہلے ہمیں شیخ محمد اکرام کی تنقیدی تحریروں میں ملتی ہے۔ انھوں نے غالب کا جائزہ نفسیاتی زاویہ نظر سے لیا ہے اور اس سلسلے میں انفرادی نفسیات کے بعض بنیادی حقائق کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔''(۲۲)

وزیر آغا کا نفسیاتی تنقید کا رویہ اس وقت سامنے آیا جب انھوں نے حلقہ اربابِ ذوق کے اجلاس میں اپنی تحریریں پڑھیں۔ وزیر آغا کی ان تحریروں کو جنھیں حلقہ میں پذیرائی نہ ملتی مولانا صلاح الدین احمد سراہتے اور اہتمام سے شائع کرتے۔ حلقہ کے رویے سے دل برداشتہ ہو کر وزیر آغا نے ''مجلسی تنقید کا نفسیاتی تجزیہ'' کے نام سے ایک مضمون لکھا۔ جسے ڈاکٹر سلیم اختر نے ۱۵ سال بعد اپنے پی ایچ ڈی مقالے کے لیے دریافت کیا اور اس کی بے حد تعریف کی۔ وزیر آغا نے ژونگ اور فریزر کو بطور خاص پڑھا جس کی وجہ سے وہ انسانی سائیکی کے اجزائے ترکیبی کی طرف متوجہ ہوئے۔(۲۳)

وزیر آغا نے اپنی تنقید میں متعدد جگہ سائیکی اور انسانی جبلّت کو موضوع بنایا ہے۔ اور انسان کو وراثت میں ملنے والے لاشعور کی بات کی ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا نے زیادہ روشنی ژونگ سے حاصل کی انھوں نے فرائیڈ کے نظریے سے استفادہ کرتے ہوئے بھی کئی جگہ نفسیاتی تجزیہ کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کا مقالہ ''مجید امجد کی داستانِ محبّت'' بہت اہم ہے۔(۲۴) اپنی کتاب معنی اور تناظر میں بھی ڈاکٹر وزیر آغا نے نفسیات کے حوالے سے بحث کی ہے اور فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات پر روشنی ڈالی ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر نفسیاتی نقاد کے طور پر سامنے آئے انھوں نے ۱۹۷۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ''اردو میں تنقید کا نفسیاتی دبستان'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی ایک اور کتاب ''ادب اور لاشعور'' نفسیات کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔

بعض ناقدین اردو میں نفسیاتی تنقید میں انتہا پسند رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اس انتہا پسند رویے کے حوالے سے ڈاکٹر شارب ردولوی لکھتے ہیں:

''اُردو میں نفسیاتی تنقید کی انتہا پسندی کی بھی بعض مثالیں ملتی ہیں جن میں ڈاکٹر وزیر آغا اور سلیم احمد کے نام سرِفہرست ہیں۔ وزیر آغا کی تصانیف اردو شاعری کا مزاج اور نظم جدید

Scanned by CamScanner

کی کروٹیں اس سلسلے میں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔''(۲۵)

جس طرح نفسیات کا تعلق ہر انسان سے ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا بچہ اسی طرح نفسیات کا ہر شعبہ علم سے بھی تعلق ہے۔ لیکن چونکہ رومانویت اور حسن میں انسان کی حسیات براہِ راست متاثر ہوتی ہیں رومانیت اور نفسیات کے حوالے سے شارب ردولوی لکھتے ہیں:

''رومانیت نفسیات ہی کا ایک جزو ہے۔۔نفسیاتی نقاد جذبات اور حسیات کو فراموش نہیں کرسکتا۔''(۲۶)

بعض ناقدین فن کی تخلیق میں نفسیات کے جاندار کردار کو تسلیم کرتے ہیں اور ہر فن پارے کے پیچھے کسی نہ کسی نفسیاتی عمل کو تلاش کرتے ہیں. بقول احتشام حسین:

''تحلیلِ نفسی کے رسیا کہتے ہیں۔۔۔کہ فن کی تخلیق شعور کا نہیں لاشعور کا نتیجہ ہے۔''(۲۷)

ڈاکٹر وزیر آغا ژونگ سے، ریاض احمد فرائیڈ سے اور حسن عسکری جرمن نفسیات دان ولیہم ریخ کے نظریہ سے متاثر تھے۔(۲۸)

مختلف تشبیہات، استعارات اور علامات کا استعمال شعراء کے نفسیاتی تجزیے میں کار آمد ثابت ہوتا ہے۔

نابغہ اور جنون

نفسیات نابغہ اور دیوانگی دونوں حالتوں کا تجزیہ کرتی ہے، جہاں تک یہ بات کہ تنقید ادب کا مطالعہ کرتی ہے وہاں یہ بات بھی درست ہے کہ ادب انسان کے مطالعے کا نام ہے۔ یہ مطالعہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب نقاد انسانی ذہن میں اُترے۔ نابغہ اور جنون کے حوالے سے کلیم الدین احمد لکھتے ہیں:

''نابغہ اور جنون میں قریبی تعلق ہے۔ یہ خیال کچھ نیا نہیں ہے لیکن اب اسے نام نہاد جانے پہچانے ثبوت کے ساتھ کم وبیش سائنسی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ارسطو کے زمانہ ہی سے نابغہ اور جنون کے کئی تعلقات ڈھونڈ نکالے گئے تھے۔ عام طور پر غیر اہم مزاج کو غلطی سے اس کا سبب اور ماہیئت مان لیا جاتا ہے۔''(۲۸)

بعض انسان احساسِ کمتری سے چھٹکارہ پانے کے لیے خیالات اور فرضی دنیا میں کھو جاتے ہیں اور حقیقی دنیا اور اس کے مسائل سے پہلو تہی برتتے ہیں۔ بعض فنکار بھی دنیا کو جیسا دیکھنا چاہتے ہیں انھیں ویسی نظر نہیں آتی تو وہ اپنے فن میں اپنی مطلوبہ دنیا کو اپنے زاویۂ نظر سے تراشتے ہیں۔ فنکار

Scanned by CamScanner

کا ذہن عام انسان کے ذہن سے زیادہ پہلودار اور پیچیدہ ہوتا ہے اس کے لاشعور میں مختلف قوتیں اپنا کام کر رہی ہوتی ہیں جو اسے فن کی تخلیق پر مجبور کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں فن کار کے ذہن کو پڑھے بغیر یا اس کے باطن اور داخلی جذبات کو سمجھے بغیر فن پارے کی اصل تک رسائی ممکن نہیں، اور یہ عمل نفسیات اور تحلیلِ نفسی کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔

مختلف افسانوں اور ناولوں میں ادب نے انسانی مطالعے کو راہ دی ہے۔ ناولوں میں ابن الوقت، امراؤ جان ادا، اداس نسلیں، آنگن، راجہ گدھ کا مطالعہ نفسیاتی حوالے سے کیا جا سکتا ہے۔

افسانوں میں اوورکوٹ، مداری والا، سایہ انسانی مطالعہ کی ایک اعلیٰ ادبی شکل ہے۔

بعض لوگوں اور ماہرینِ نفسیات کا یہ خیال کہ نابغہ میں اہلیت اور قابلیت اس کی ذہنی بیماری یا خلل کی وجہ سے ہوتی ہے تو یہ قابلِ بحث بات ہے اسے من و عن تسلیم نہیں کیا جا سکتا، دماغی مرض کے بجائے نابغہ دراصل اپنی غیر معمولی ذہانت اور اہلیت کی وجہ سے نابغہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات کوئی المیہ وقتی اور عارضی طور پر کسی ذہین اور قابل آدمی کو ایسی کیفیت میں مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ عام آدمی کے بجائے غیر معمولی آدمیوں کی طرح سوچنے لگتا ہے۔ بعض اوقات یہ عارضی کیفیت مستقل بھی ہو جاتی ہے۔

فنکار کا ذہن عام انسان کے ذہن کی نسبت پیچیدہ اور متنوّع خیالات کا مالک ہوتا ہے۔ اس کے لاشعور میں جو کچھ باتیں عام انداز سے مختلف ہوتی ہیں جن کا تجزیہ نفسیات کی قلمرو میں آتا ہے۔ کسی بھی فن پاتے کے تجزیے کے لیے فن کار کے باطن سے گزرنا ضروری ہے۔ اور یہ صرف نفسیات اور تحلیلِ نفسی ہی سے ممکن ہے۔ نقاد خارجی اور داخلی دونوں حوالے سے فن پارے کا تجزیہ اور مطالعہ کرتا ہے۔

Scanned by CamScanner

حوالہ جات

۱۔ صفیہ عباد، ڈاکٹر، سگمنڈ فرائڈ۔ ایک مطالعہ مشمولہ دریافت، شمارہ ۹، نمل یونیورسٹی اسلام آباد، ص ۵۵۸

۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، فرائیڈ ادب اور لاشعور، نفسیاتی تنقید، لاہور مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۶ء، ص ۱۴۱

۳۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، نئے تناظر، لاہور، آئینہ ادب، 1981، ص 101

۴۔ آل احمد سرور، تنقیدی اشارے، کراچی ۱۹۸۳، ص ۲۱۴

۵۔ شارب ردولوی ڈاکٹر، جدید اردو تنقید، ص ۱۶۹

۶۔ انیس ناگی، تنقید شعر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء، ص ۱۶

۷۔ ریاض احمد، نفسیاتی تنقید، مشمولہ پاکستانی ادب۔ تنقید پانچویں جلد، فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج راولپنڈی، جنوری ۱۹۸۲ء، ص ۹۹

۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ادب اور لاشعور، ص ۹۲

۹۔ ریاض احمد، نفسیاتی تنقید مشمولہ پاکستانی ادب، ص ۱۰۰

۱۰۔ اسلوب احمد نصاری، ادب اور تنقید، الہ آباد، سنگم پبلشرز، ۱۹۶۸ء ص ۲۱، ص ۳۶، ۳۷

۱۱۔ https://en.wikipedia.org/wiki/Carl_Jung

۱۲۔ https://en.wikipedia.org/wiki/Alfred_Adler

۱۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ادب اور لاشعور، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۱۸

۱۴۔ کلیم الدین احمد، تحلیلِ نفسی اور ادبی تنقید، مترجمہ: ممتاز احمد، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۱ء، ص ۳۳

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۱۷۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تنقیدی دبستان، ص ۱۵۴

۱۸۔ سلیم اختر، نگاہ اور نقطے، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۷ء، ص ۸۳

Scanned by CamScanner